احمد امین؛ اسلامی عالمگیریت کی جدید تشریح

ولیطف خالد ——— ترجمہ نعیمہ نور

۱۔ وطن اور قوم پرستی

۱) حب الوطنی یا قوم دوستی کا مثبت پہلو:

کہا جاتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا "حُب وطن ایمان کا لازمی جُز ہے"[1] نویں صدی میں ہمیں ی شہادت عربی ادب کے عظیم مصنف الجاحظ کے ان الفاظ میں ملتی ہے:

"حب وطن تمام اقوام کی عمومی خصوصیت ہے اور تمام انسانیت پر غالب ہے"[2]

۱۸۷۱ء میں جوان ترک نامق کمال نے لفظ 'وطن' کو PATRIE[3] کے مساوی گردانا اور ا ادیب بطرس البستانی نے اس سے ماخوذ لفظ 'وطنیۃ' کی تشہیر حب الوطنی کے ترجمے کے یہ کی[4]۔ مصر میں محمد عبدہٗ (۱۸۴۹ء - ۱۹۰۵) اور عبداللہ ندیم (۱۸۴۵ء - ۱۸۹۶) نے ا کے جس مطلب و مفہوم کا پرچار کیا وہ روسو (ROUSSEAU) کے تصورِ وطن (FATHER LA) سے مشابہت رکھتا ہے۔ الغرض وطن جس کا مفہوم ابتداً محض ایک جائے سکونت تھا، میں بتدریج وسعت اور تغیر پیدا ہوا یہاں تک کہ یہ فرد کے اپنے معاشرتی و سیاسی ماحول کے ساتھ اخلاقی تعلق کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ بالآخر قوم پرست رہنما مصطفیٰ مل[5] (۱۸۷۵ء - ۱۹۰۸) کے ذریعہ جدید مفہوم میں وطنیۃ کا مطلب قوم پرستی سمجھا جانے لگا۔ جبہ اس سے زیادہ موزوں ترجمہ یعنی 'قومیۃ' بھی مقبول ہوا۔

تاہم ۱۹۲۰ء میں جب احمد امین[6] (۱۸۸۶ء - ۱۹۵۴) مصر میں سماجی و ادبی اصلاحات کے بردار نے اپنی پہلی تصنیف 'کتاب[7] الاخلاق' کا ایک حصہ وطنیۃ پر بحث کی نذر کیا تو ابھی

[redacted]

تک اس کا مطلب محمد عبدہٗ کے پیش کردہ مفہوم کے مطابق حب الوطنی سمجھا جاتا تھا۔ مصطفےٰ عبدالرازق کے بعد عبدہٗ کے بہت سے جانشینوں میں احمد امین کئی وجوہات کی بنا پر سب سے زیادہ حقیقی جانشین تھے۔ امین اپنی حب الوطنی کی ابتدائی تعریف "زندگی کو وطن کی خدمت کے لئے وقف کرنے میں "ادائیگی فرض[9]" کو مرکزی نقطہ بناتے ہیں اور یہ اُن کے نزدیک صحیح اور سچی حب الوطنی ہے۔[10]

"تمام لوگ یکساں طور پر اپنے کام یا پیشے کے ذریعے وطن کی خدمت کرتے ہیں۔ کسان کاشت کاری اور مویشیوں کی دیکھ بھال کر کے، نجار اپنی کاریگری سے، سوداگر اپنے تجارتی لین دین سے، خاکروب گندگی صاف کر کے، ماں بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال سے، خادمہ اُس کی مدد کر کے، ڈاکٹر بیماریوں سے لڑنے اور مریضوں کا علاج کر کے، آگ بجھانے کا عملہ آگ پر قابو پا کر، دانشور علم پھیلانے اور جہالت کا خاتمہ کر کے، سیاست دان قول و فعل میں سچائی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے اور جھوٹ کو عیاں کر کے، شاعر، موسیقار اور عام طور پر تمام فن کار لوگوں کی زندگی میں مسرت و حسن کا اضافہ کر کے، اگر یہ تمام کام مکمل طور پر انجام دیئے جائیں اور صرف ذاتی فائدہ پیش نظر نہ ہو بلکہ عام خوشحالی و ترقی کا بھی خیال ہو تو اُسے انجام دینے والے سچے محب وطن ہیں۔[11]"

لیکن امین اُس قومی گروہ کی تعریف و توضیح کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس سے تعمیری وفا وابستہ کی جاتی ہے۔ حقیقت میں جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے امین وطن (اپنے مفہوم کے مطابق روایتی "دارالاسلام" میں امتیاز نہیں کرتے۔ اس نقطۂ اِ ال پردہ صرف ایک مروجہ لفظ کا اُس جدید مفہوم کی پروا کئے بغیر انتخاب کرتے ہیں بلکہ اُسے قدیم لفظ اُمت (ایمان والوں کا فرقہ کے مترادف کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں قوم پرستی کے خلاف جدوجہد کے دوران وہ اس غلط تصور سے باخبر ہو گئے تھے اور تب اُن کی وفاداری کا رُخ اسـ ثقافت یا تمدن کی طرف مڑ گیا۔[12]

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے سید عبدہٗ کے خیال میں وطنیت کا مفہوم نظریہ حب الوطنی تک محـ جس سے مُراد اصلاح ہے بہرحال اگر قوم پرستی کو شامل کرنے کی غرض سے وطنیت کے معـ وسیع کر دیا جائے تب بھی ہر حال میں اس کا مطلب قوم پرستی کا مثبت پہلو ہو سکتا ہے۔ مشہور مستشرق سمتھ (W. C. SMITH) نے یوں تعریف کی ہے:

"اپنی قوم کے تمام افراد کی عزت کرنا، اُس کی فلاح و بہبود کا خیال کرنا، اس فلاح و بہبود کے لئے مؤثر وفاداری پیدا کرنا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تعمیری کام کرنا"[13]

اپنی سوانح عمری میں جہاں وہ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ جب سے انہوں نے سیاست میں دلچسپی لینی شروع کی اُن کا تعلق "الاستاذ الامام"[14] کے حامیوں سے رہا وہاں امین واضح طور پر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے نظریۂ حب الوطنی کا انحصار محمد عبدہٗ کے خیالات پر ہے مصطفٰے کامل کے پیروکاروں کے برخلاف جن کے خیال میں قابض انگریز افواج کی واپسی تمام مسائل کے حل کے لئے شرطِ اولین[15] تھی۔ الاستاذ الامام کے حامی بنیادی اصلاحات خاص کر تعلیمی میدان کی فوقیت پر زور دیتے تھے۔ اپنی کتاب "جدید دور میں اصلاح کے رہنما" میں امین دوبارہ اس مسئلے پر غور کرتے ہیں اور تقریباً ایک لحاظ سے اسے تسلیم کر لیتے ہیں:

"اس قسم کی سیاست یعنی سیاسی بلوغ یا پختگی پر بھروسہ کرنا جو تعلیم و تربیت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے جذباتی ہونے کے بجائے ایک عقلی اور استدلالی لائحہ عمل ہے۔ سیاسی نشر و اشاعت کے میدان میں اس کی کامیابی کا شاید ہی کوئی امکان ہے۔ کامیابی تو اُنھیں ہوتی ہے جو برانگیختہ جذبات اور قومی احساسات یا دلولے کے تحت کام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ ندیم اور مصطفٰے کامل سیاسی لحاظ سے محمد عبدہ سے زیادہ کامیاب رہے۔"[16]

بایں ہمہ احمد امین مذکورہ بالا رجحان کے مقابلے میں محمد عبدہٗ کے اس نظریہ سے مغلوب ہو گیا جو محمد عبدہٗ نے روایتی اسلام میں مسلسل ترقی پر ایمان کے اضافہ کے ساتھ پیش کیا۔[17] امین نے جو H. G WELLS[18] سے بھی متاثر تھے۔ محمد عبدہٗ کے پیغام کی نہایت شیریں زبان میں وضاحت کر کے خود کو ایک لائق شاگرد ثابت کیا ہے۔ امین کے ایک مضمون کا عنوان "ترقی کی علامت" ہے[19] جس میں وہ قوم کے ایک "لازمی معیار" کا تصور پیش کرتے ہیں جو اُنہوں نے ایمان کے اسلامی اصولِ توحید سے اخذ کیا ہے جو خدا اور اُس کی مخلوقات کے اتحاد کی دلیل ہے، حقیقت میں یہی وہ اصول ہے جسے وہ عموماً اپنے نظریۂ اتحاد عالمِ اسلام (PAN-IS-AMISM) اور نتیجتاً عالم پرستی (COSMOPLITISM) کی بنیاد بناتے ہیں جیسا کہ آگے بتایا جائے گا۔ تاہم یہاں جبکہ امین اپنے دائرہ فکر کو مصر میں اصلاح کے خیال تک محدود رکھتے ہیں یہ ایک ٹھوس نظریہ قوم پرستی

[redacted]

کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن دوبارہ تمام زور ترقی ہر قیمت پر کے اصول پر دیا گیا ہے اور واضح طور پر ترقی کی یہی خواہش بھول کا سبب بنتی ہے ورنہ شعوری طور پر قوم پرستانہ رجحان نہیں تھا۔ کتاب الاخلاق میں حب الوطنی پر بحث کے دوران یہ نکتہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے جہاں اَمین اسے اصلاح پسندی کے ہم معنی گردانتے ہیں[۲۰]

اَمین بنیادی طور پر ایک مورخ تھے۔ ۱۹۴۸ء میں شادے (A. SCHAADE) اور برگ استراسر (G. BERGSTRASSER) جیسے ممتاز علماء کی حمایت سے اَمین کو اپنی کتب 'فجر الاسلام' اور 'ضحی الاسلام' کی قدر شناسی کے اعتراف میں اعزازی ڈاکٹریٹ عطا کی گئی اور جامعہ قاہرہ میں بطور مہمان پروفیسر تقرر ہوا[۲۱]۔ بحیثیت ایک مورخ وہ اپنی عملی حب الوطنی مصری معاشرے کے رسم و رواج پر خصوصی توجہ اور اپنی تاریخ وطن کے نظر انداز شدہ پہلوؤں سے والہانہ لگاؤ کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اَمین کے دور تک مصر کے تعلیم یافتہ طبقے صرف قدیم عربی ثقافت کا مطالعہ کرتے تھے انہوں نے قومی روایات کے تمام مروجہ مظاہروں کو پس پشت ڈالا ہوا تھا۔ اِس مروجہ "امیرانہ یا حکمرانہ" طرز عمل کے برعکس اَمین حقیقی طور پر مقبول رسم و رواج کے مطالعے میں غرق ہو گئے۔ اس معرکہ کا تھوڑا بہت ذکر اُن کی سوانح عمری میں موجود ہے۔ لیکن اس کا اَصلی ما حصل "قاموس العادات والتقالید والتعابیر المصریہ" ہے[۲۲]۔ یہ سادہ لوح مصری عوام کے عقائد، رسومات، شعبدہ بازی کی چالوں، سحر و فسوں گر توہمات اور علم غیب کے متعلق "معلومات کا ایک ذخیرہ" ہے[۲۳]۔ اس کتاب کو بہت سراہا گیا خاص طور سے اٹلی کے مشہور و معروف مستشرق امبیر تو رتیسیتانو (UMBERTO RIZZITANO) نے بہت تعریف کی۔ وہ لکھتے ہیں،

"مصر کے عام رسم و رواج کے اُس مطالعے کی بنیاد ڈالنے کی اس پہلی کوشش میں احمد اَ[مین] کامیاب رہے ہیں۔ وہ خود دلچسپی کی ترشی کے معترف ہیں۔ جو یورپین مستشرقین کے لئے سے کچھ بعض اور شرق کا ... جبکہ اہل مصر کے لئے یہ زیادہ سے زیادہ سطحی دلچ[سپی]

پہلا رسالہ ...
فیض الخاطر ... بحصہ میں وطن سے متعلق مضامین پر مشتمل ہے اس کتاب کی
جلد میں مضامین وطنی بکثرت ہیں۔ ان میں سے کچھ مضامین میں اَمین مصر کے مخلف

میں اپنے سفر کا حال بیان کرتے ہیں۔ یہ مضامین ملک کے قدرتی وسائل اور غیر ملکی طاقتوں کے اُس سے فائدہ اُٹھانے پر بحث و مباحثے کے لئے ایک ڈھانچے کا کام دیتے ہیں[26]۔ اس کے علاوہ، تاریخ مصر کی غیر معروف ہستیوں پر مضامین ہیں مثلاً مصری سپوتیہ[27] یا ایک عظیم علم کیمیا کا ماہر یوسف[28] یا انگریز مستشرق LAUE[29] کا ساتھی شیخ الدسوقی۔

احمد اَمین ایک ماہر تعلیم بھی تھے۔ درس و تدریس اُن کا محبوب پیشہ تھا[30] جس کا اُن کے پاس زندگی بھر کا تجربہ تھا۔ اسکولوں کے لئے اُن کی شائع کردہ بہت سی کتب[31] میں سے ثانوی اسکولوں کے لئے ایک کتاب الاخلاق[32] بھی شامل ہے۔ یہاں اَمین کے مضامین کے موضوعات کا تعلق صرف مقبول مصری رسم و رواج سے ہی نہیں ہے بلکہ جدید مصری ادب کی ترقی، تعلیمی نظام[33] اور اس قسم کی اخلاقی کمزوریوں مثلاً ضبط نفس کا فقدان[34]، بزدلی[35] اور جوا[36] وغیرہ پر بھی اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ موخر الذکر مضامین اَمین کے اُن اخلاقی خیالات کا آئینہ ہیں جن کا تعلق خاص طور پر مصر سے ہے، تاہم وہ قبل اسلام کی مصری ثقافت میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے۔ اَمین نے کامل طور سے دَورِ فرعونی کے تمدن کی طرف واپس پلٹنے کی اُس صدا کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ اُس پر تنقید کی جو کچھ عرصہ کے لئے اُن کے ہم عصر دانش ور رہنماؤں مثلاً حسین ہیکل، توفیق الحکیم، عباس محمود العقاد اور دوسروں نے بلند کی[37]۔ اس سے پھر ثابت ہوتا ہے کہ اَمین نے مغرب والوں کے رائج کردہ نئے تصورِ وطن کا پابند ہونے کے بجائے اُمت کو اپنے نظریہ وطن کی بنیاد بنایا۔

اَمین کی مثبت حب الوطنی کا ایک اور اہم اظہار اُن کوششوں میں عیاں ہے جو اُنھوں نے مصر کے مختلف مذاہبی فرقوں کے درمیان پیدا شدہ کشیدگی یا تلخی پر غلبہ پانے کے لئے کیں۔ اپنی سیاسی سرگرمیوں کے مختصر سے عرصے میں ایک مرتبہ اَمین نے مسلمان۔ عیسائی بھائی چارے کے مظاہرے کی قیادت کی اور اس موقع پر اپنی شاندار کارکردگی کا ذکر بڑے جوش و خروش سے اپنی سوانح عمری میں کیا۔ اُنھوں نے اپنا ازہری لباس زیب تن کر کے ہلال اور صلیب والا جھنڈا لہرایا جبکہ اُن کے برابر میں عیسائی پادری اپنی مذہبی پوشاک میں ملبوس کھڑا تھا[38]۔ چنانچہ سمتھ (W. C. SMITH) کی مسلمانوں کے بارے میں یہ رائے کہ "حقیقت میں مسلمانوں میں ایسا احساسِ اپنائیت جس میں غیر عقیدے کے لوگ شامل ہوں مفقود ہے[39]" احمد اَمین پر لاگو نہیں ہو سکتی بلکہ ہمارے پاس ہر

وہ سبب موجود ہے جس کی بنا پر امین کو قوم پرستی کی اگوار قسم کے خالص منفی "لا محرعما" ما نظیم ترین حریف تسلیم کر سکتے ہیں۔ [40]

ہندوستانی قوم پرستوں عبیداللہ سندھی اور سعید احمد اکبرآبادی[41] کی طرح امین دوسری اقوام کی فلاح و بہبود کے خیال کے پیش نظر حب الوطنی کو اعتدال میں رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ وہ حب الوطنی کو عالمگیر عمومی فلاح و بہبود کے اعلیٰ ترین مقصد کا مطیع کرنا چاہتے ہیں لیکن خود اپنے خاص وطن سے بھی محبت قائم رکھی جائے۔ امین کے خیال میں یہ محبت انسانی تخلیقات کے لئے ایک محرک بن سکتی ہے ایسا محرک جو اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ غیر ملکیوں کے حقوق سے متصادم نہ ہو۔

"حب وطن انسان کے لئے فطری امر ہے یہاں تک کہ جانوروں کے لئے بھی ...... پرندہ اپنے گھونسلے کی حفاظت کرتا ہے شیر اپنے غار کی اور بردا اپنے قبیلے کے لئے اپنی جان تک دے دیتا ہے ..... حب الوطنی بے شمار لوگوں پر سحر کی طرح اثر انداز ہوئی یہاں تک کہ انھیں عقلی و فنی لحاظ سے غیر معمولی طور پر بارآور بنایا .... تاہم یہ اس صورت میں ممکن نہ ہوتا اگر بجائے صرف اپنی قوم کے اُن سے تمام انسانیت کے لئے محنت و مشقت کرنے کو کہا جاتا ...... ایک بجلی کا لیمپ ایک کمرے یا ایک گھر کو روشن کر سکتا ہے لیکن تمام دنیا کو نہیں۔" [42]

بہرحال اس کے باوجود امین جب قوم پرستی کا ذکر جدید فکری رجحان کے طور پر کرتے ہیں تو اُن کا مطلب بجز اس کے منفی پہلو کے اور کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ وہ خود اپنے الفاظ میں کہتے ہیں کہ یہ "علاقائی تعصب و جنون اور قومی جانب داری" ہے۔ [43]

ذیل میں ہم قوم پرستی پر امین کے اہم اعتراضات میں فرق کرنے کی کوشش کریں گے۔ (مسلسل)

حوالہ جات

۱۔ اس حدیث کی سند اختلافی مسئلہ ہے تاہم اس کی اختراع اس حد تک ، جہاں تک یہ اس ضرورت کی مظہر ہے جو مسلمانوں کے محب وطن ہونے کے طرز عمل کو واضح کرنے کے لئے محسوس کی گئی بہت اہم ہوگی۔

۲۔ یہ ترکوں پر اس مضمون سے لیا گیا ہے جسے G. VON VLOTEN نے TRIA OPUSCULA

(LEIDEN 1903) میں شائع کیا اور VON GRUNEBAUM نے اس کا ذکر ... میں کیا: UNITY AND VARIETY IN MUSLIM CIVILIZATION (CHICAGO 1955) ص ۲۵ [۳] ایضاً: ص ۲۷ [۴] ایضاً، ص ۳۰

[۵] FRITZ STEPPAT: NATIONALISMUS UND ISLAM BEI MUSTAFA KAMIL. EIN BEITRAG ZUR IDEENGESCHICHTE DER AGYPTISCHEN NATIONALBEWEGUNG (DIE WELT DES ISLAMS, N.S VOL IV, LEIDEN 1956) 2.7; CF G VON GRUNEBAUM: MODERN ISLAM — THE SEARCH FOR CULTURAL IDENTITY (LOS ANGELES 1962) ص ۲۰۴ — ۲۰۷

[۶] احمد امین "مصر میں سماجی اور ادبی اصلاحات کا علمبردار" یہ ایک مختصر سے مطالعہ کا عنوان ہے جو زیادہ تر ادبی سرگرمیوں کی نذر کیا گیا ہے ڈاکٹر اے۔ ایم۔ ایچ۔ مزید نے لکھا (1963 LEIDEN)

[۷] کتاب الاخلاق، (لجنۃ التالیف، قاہرہ) ۱۹۱۸ء میں اس کے A. S. RAPPOPORT کے PRIMERS OF PHILOSOPHY کے ترجمے کے بعد

[۸] میں (مصنف) نے احمد امین پر اپنے (غیر شائع شدہ) تحقیقی مقالے میں ایک خاص باب اس کے محمد عبدہ پر انحصار کے موضوع پر وقف کیا ہے جس کا بیشتر حصہ اس مضمون میں واضح ہو جائے گا

[۹] کتاب الاخلاق: ص ۲۳۵ [۱۰] ایضاً: ص ۲۳۶

[۱۱] ایضاً: ص ۲۳۵ سے ۲۳۶

[۱۲] مقابلہ کریں فیض الخاطر (یہ مضامین کا ایک مجموعہ ہے جو اس نے مصر کے ثقافتی میگزین الرسالت الثقافہ۔ اور الہلال کے لئے لکھے) حصہ ہشتم ص ۶۸

[۱۳] W. FRED CANTWELL SMITH: ISLAM IN MODERN HISTORY (PRINCETON 1957) ص: ۷۶

[۱۴] تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ، یہ رشید رضا کے مخصوص موضوع کے مقالے کا عنوان ہے۔ (قاہرہ ۱۹۳۱ء)

[۱۵] مقابلہ کرو امین کی سوانح عمری 'حیاتی' (مکتبۃ النہضۃ قاہرہ ۱۹۴۸ء) تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۸ء، ص: ۸۸ — ۸۷۔

[16] زعماء الاصلاح فی عصر الحدیث (مکتبۃ النہضۃ قاہرہ ۱۹۴۸ء) ص: ۳۴۲

[17] ISLAM AND MODERNISM IN EGYPT کے CHARLES C. ADAMS (LONDON 1954) کے علاوہ دیکھو NADAV SAFRAN: EGYPT IN SEARCH OF POLITICAL COMMUNITY (CAMBRIDGE, MASS. 1961) خاص طور سے ص: ۱۶

[18] فیض: جلد ششم؛ اے۔ ایم۔ ایچ مزید، ص: ۹۴

[19] فیض: جلد دہم، ص ۲۳۷

[20] کتاب الاخلاق: ۲۳۵

[21] مزید ۲۴

[22] قاموس العادات والتقالید والتعابیر المصریہ (قاہرہ ۱۹۵۳ء)

[23] UMBERTO RIZZITANO: LO SCRITTORE ARABO EGIZIANO AHMAD AMIN IN ORIENTE MODERNO XXX/87.

[24] ایضاً

[25] فیض الخاطر پہلا حصہ یا جلد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

[26] فیض 145,199. iii/ ؛ ii/99

[27] فیض 1/57

[28] فیض iii/203

[29] فیض iii/39 اس کے علاوہ iv/19 ؛ 34، 150، iii/192

[30] حیاتی: ۳۱۱

[31] المنتخب من الادب العربی، المفصّل فی الادب العربی، المطالعۃ التوجیہیۃ، تاریخ الادب العربی (قاہرہ ۱۹۴۱ء)

[32] احمد امین اور امین مرثی قندیل: الاخلاق للمدارس الثانویہ (قاہرہ ۱۹۴۱ء)

[33] فیض iii/227، 279، iv/282، viii/25، ix/115

[34] فیض iii/194

[35] فیض 1/281

[36] فیض ii/48 دیکھو 1/231 بھی۔

[37] مقابلہ کرو۔ BABER JOHANSEN: MUHMMAD HUSAIN HAIKAL — EUROPE AND DER ORIENT IN WELTBILD EINES AGYPTISCHEN LIBERALEN (BEIRUT 1967), CHAPTER: DAS ERBE DER PHARAONEN, P.112-8

[38] حیاتی 202-3

[39] W. C. SMITH OP. CIT. 81.

[40] ایضاً، 76

[41] سعید احمد اکبر آبادی: مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد (لاہور ۱۹۴۶ء) ص ۴۲

[42] فیض iii/110-1

[43] فیض x/184